OPEN ACCESS
Al-Aẕvā الاضواء
ISSN 1995-7904 ;E 2415-0444
Volume 40, Issue, 63, 2025
www.aladwajournal.com

علامہ باقلانی کی تصنیف اعجاز القرآن کی اساسی مباحث کی تفہیم

Consideration of Major Themes of al-Bāqillānī's I'jāz al-Qur'ān

Abu Sufyan
MPhil Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

Muhammad Feroz-Ud-Din Shah Khagga
Professor, Department of Islamic Studies
University of Sargodha, Sargodha

Abstract

KEYWORDS

Al-Bāqillānī, *Ijāz al-Qur'*ān*,* Miraculous nature of Qur'an, Chellange.

Abū Bakr Muḥammad ibn al-Ṭayyib al-Bāqillānī (d. 403 AH) was a great proloific Muslim scholar and a well known polymath who contributed to Qur'ānic sciences splendidly. His magnum opus *I'jāz al-Qur'ān* in delves into expounding the debates regarding miraculous nature of the Holy Qur'ān with such an astute way that it has been consusly considered a fundamental source book for all the successors over the subject of Ijāz. He has presented the theory of reasons of Ijāz while deviding into three major ingredients including its predictions about future or *"akhbār al-ghyb"*, its description of historical facts and its eloquent formation and style "*badi al-Nazm wa ajib al-Talif*". His expertise over speculative theology and other Islamic sciences makes him a notable figure in scholastic cirlcle. Bāqillānī's *Ijāz al-Qur'*ān attracts a significant consideration of Qur'ānic scientist and as an accomplished rhetorical stylist; al- Bāqillānī is worth to be

Date of Publication:
30-12-2024

studies more and more. This article provides with an introductory presentation of his thoughts on Qur'ānic sciences in the perspective of his book "*Ij*āz *al-Qur'*ā*n*".

مباحث اعجاز قرآن کی وسعت

ابتدائے اسلام سے ہی علومِ قرآنیہ کے تمام موضوعات پر مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے مباحث کا سلسلہ جاری ہے ، لیکن کمال اعجاز کا پہلو ملاحظہ کیجئے کہ آج بھی علومِ قرآن اہل علم و تحقیق سے داد تحقیق وصول کر رہے ہیں اور ہنوز سیر ابی کے لیے راہیں دیکھ رہے ہیں۔ قرآن کریم پر ابحاث کا کوئی ایک پہلو کبھی بھی معین نہیں رہا، بلکہ طبیعتوں میں متنوع فکری ذوق رکھنے کے سبب اہل علم نے جو روشنی اور رَمق محسوس کی اس نے اپنے تحقیقی رجان کی کشتی کو اسی رخ پر چلنے کے لیے چھوڑ دیا۔ چنانچہ دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ بعض ماہرین فن نے اعجازِ قرآنی کو اپنا مرکب فکر و تحقیق بنالیا۔ شروع شروع میں اعجازِ قرآن اپنی مستقل تصنیفی حیثیت تو نہیں رکھتا تھا البتہ اس کا شمار بالطبع کلامی مباحث کے ذیل میں کیا جاتا تھا، اکثر اوقات مفسرین اپنی تفسیروں کے ضمن میں ذکر کر دیا کرتے تھے لیکن وقت کے ارتقا کے ساتھ ساتھ مصنفین اس موضوع کو بطورِ مستقل تصنیفی صورت میں سامنے لانے لگے، اسی سبب سے زمانہ اسلام کی چودہ صدیوں میں سے کوئی ایک صدی بھی ایسی نہ بچ سکی جس میں اعجازِ قرآن سے متعلق غور وخوض کے نتیجہ میں نئے زاویوں سے بحث کو جلانہ ملی ہو اور اس موضوع پر مواد میں معتد بہ اضافہ نہ ہوا ہو۔

اعجازِ قرآن اور اسلامی مکاتبِ فکر کے اختلافی مواقف

اعجازِ قرآن کے مسئلے کو ابتدا میں مستقلا تحقیق کا مرکز و محور نہیں بنایا گیا تھا بلکہ اعجازِ قرآن کو نبوت اور معجزہ جیسے مسائل کے ساتھ ملا کر متکلمین اس پر زبردست کلامی مباحث کرتے تھے، یا تفسیروں کے ضمن میں اس کا کچھ تذکرہ کیا جاتا تھا۔ جس کے نتیجے میں تیسری صدی ہجری میں اعجازِ قرآن سے متعلق مسلم معاشرے میں مختلف آراء سامنے آئیں، مختلف اسلامی گروہ اپنی اپنی آراء پر دلائل پیش کرنے لگے اور دوسرے گروہ کی رائے کو ناقابل قبول قرار دینے لگے، اسی وجہ سے یہ معاملہ بہت سنگین صورتحال اختیار کر گیا، اس وقت اس موضوع پر متعدد کتابیں سامنے آئی، جن میں علامہ جاحظؒ کی "نظم القرآن"، ابو بکر عبد اللہ السجستانیؒ کی "نظم القرآن"، اور ابو عبد اللہ محمد بن زید الواسطی المعتزلیؒ کی " اعجاز القرآن فی نظمه و تالیفه" ہے، اسی طرح اس موضوع پر علامہ باقلانیؒ نے بھی "اعجاز القرآن " کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

علامہ باقلانی کا علمی مقام:

علامہ باقلانیؒ چوتھی صدی ہجری میں حدیث، فقہ، انساب، علمِ بدیع وبلاغت اور علمِ کلام کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ علامہ باقلانیؒ کا پورا نام، قاضی ابو بکر محمد بن طیب المعروف باقلانی ہے، آپ ۳۳۸ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے ،اپنی ابتدائی تعلیم یہی مکمل کرنے کے بعد علامہ نے بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر لی اس لیے کہ بغداد ہمیشہ سے علم کا گہوارہ رہا ہے۔

واضح رہے کہ باقلانی کا تلفظ باقلاء سے لیا گیا ہے جس کی دو لغات ملتی ہیں ایک لام کی تشدید اور دوسری تخفیف مع مد الالف [1] علامہ سمعانی کے مطابق لفظ باقلانی باء کے فتحہ اور الف کے بعد قاف کے کسرہ اور پھر اس کے بعد لام اور الف ہے اور آخر میں نون ہے۔[2] جس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو زمین کو سرسبز کر دے، اکثر اس کا اطلاق سبز لوبیے پر ہوتا ہے۔ چنانچہ الازھری کے مطابق لوبیے کے بیج کو بھی بقل کہتے ہیں۔[3] علامہ سمعانیؒ لکھتے ہیں کہ قاضی باقلانیؒ خود لوبیے یا اس کے بیج وغیرہ فروخت کرتے تھے اسی نسبت سے باقلانی کہلائے-لانه كان يبيع الفول[4] یا پھر ان کے والد لوبیہ یا اس کے بیج کی خرید وفروخت کرتے تھے اس لیے ان کو ابن الباقلانی کہا گیا ہے۔[5]

آپ کی تبحرِ علمی، فہم وفراست اور علم الکلام میں مہارت تامہ ہونے کی وجہ سے آپ کو لسان الامة، سيف السنة کے لقب دیے گے ہیں۔[6] بغداد میں جامع منصور میں آپ کا ایک بہت بڑا حلقہ درس تھا، جس سے بہت سے لوگوں نے علمی پیاس بجھائی۔ آپ ابو الحسن اشعریؒ کی فکر کی ترویج واشاعت میں اس قدر آگے بڑھے، کہ آپ کو اشاعرہ کا بانی ثانی کہا جاتا ہے۔[7]

آپ کی فصاحت وبلاغت، شیریں زبانی میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ اپنی علمی وفکری نظریات، فصیح وبلیغ کلام اور حاضر جوابی میں بہت مشہور تھے، آپ نے شریعتِ محمدیہ کے دفاع میں بہت سی بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ اسی طرح تیسری صدی ہجری میں اعجازِ قرآن کے مسئلہ میں مختلف اقوال کی وجہ سے اسلامی ذہنوں میں جو الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں، ان کو دور کرنے کے لیے "اعجاز القرآن" لکھی، اوراس کے علاوہ بھی آپ کی کتابوں کی ایک لمبی فہرست ہے جن میں كتاب البيان اور كتاب التمهيد جیسی بلند پایہ کتب شامل ہیں۔[8]

زیر نظر مقالہ میں علامہ باقلانیؒ کی کتاب "اعجاز القرآن" کی اہم مباحث کا مطالعہ کرتے ہوئے وجوہ اعجاز سے متعلق اشارات وتوضیحات پیش کیے جاتے ہیں۔

اعجازِ قرآن کے موضوع پر آپ کی شہرہ آفاق کتاب "اعجاز القرآن" علمی اور فکری درجے کی ایک اہم کتاب ہے، یہ کتاب علومِ قرآنیہ اور اعجازِ قرآن کے حوالے سے بہترین تحقیقاتی اور طرز یاتی کام پر مبنی ہے۔ اور چوتھی صدی ہجری سے اب تک بطور سند وحجت نقل کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں علامہ باقلانیؒ نے قرآنی موضوعات پر مثلاً معانی، رموز اور عجائب وغیرہ کو بہترین انداز سے مدلل کر کے پیش کیا ہے۔ مختلف اسلامی

معاشرتی اور علمی گروہوں کی مختلف روایات اور تصورات کا تجزیہ بھی اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ اور ان مختلف گروہوں کا نام لیے بغیر جنھوں نے اعجازِ قرآن کے حوالے سے مختلف اقوال پیش کیے، اور طرح طرح کے اعتراض و شبہات پیش کیے ہیں، ان کے اعتراض و شبہات نقل کر کے ان کا علمی جواب دیا گیا ہے۔ اور اس کتاب میں نثرِ عربی کے طویل اقتباسات اور قرآنی آیات سے ان کا موازنہ کر کے قرآن کی عظمت ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

وجہ تالیفِ کتاب

علامہ باقلانیؒ نے اپنی کتاب کے آغاز پر ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں اس بات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ملحدین و گمراہ قسم کے لوگ کمزور ایمان والوں اور یقین کی کمی والوں پر ہی اپنا پہلا حملہ کرتے ہیں، ان کے قلب و اذہان میں مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کر کے قرآن کی اہمیت کو کم کرتے ہیں، اور دین کی اصل اور بنیاد کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اور ملحدین اس سلسلے میں بہت حد تک کامیاب بھی ہو چکے ہیں کہ پہلے لوگوں کی طرح کچھ لوگ اب بھی قرآن کو شعر کہتے دکھائی دیتے ہیں، اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس کو عام دوسرے کلاموں جیسا سمجھتے ہیں۔ علامہؒ فرماتے ہیں:

وذكر لى عن بعض جهالهم انه جعل يعدله ببعض الاشعار ويوازن بينه وبين غيره من الكلام[9]

"مجھے بعض جاہلوں کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ اس قرآن کو بعض اشعار کی طرح سمجھتے ہیں اور بعض اس کا اور عام کلاموں کا موازنہ کرتے ہیں۔"

علامہ باقلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس لیے کہ نزولِ قرآن کے وقت بھی ملحدین کی طرف سے اسی قسم کے بے جا اعتراضات کیے گئے تھے، لیکن جب وہ قرآن کے اسلوب اور اعجاز سے واقف ہو گئے، تو وہ اعجازِ قرآنی کے سامنے سر خم تسلیم ہوئے اور حقیقت یہی ہے کہ یہ لوگ بھی قرآن کریم کی اعجازی شان سے ابھی تک واقف نہیں ہو سکے ہیں، اس لیے کہ جن لوگوں نے بھی قرآن کریم کے اسرار و معانی پر نفع بخش کتابیں لکھی ہیں، اور اس کے فوائد پر گفتگو کی ہے، انہوں نے اعجازِ قرآن کے مسئلہ کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی، اور اگر کسی نے کچھ توجہ کی بھی، تو وہ بہت ہی کم ہے، حالانکہ یہ موضوع مزید بسط و تفصیل کا متقاضی تھا۔

علامہ جاحظؒ کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ باقلانیؒ لکھتے ہیں:

و قد صنف الجاحظ فى نظم القرآن كتابا لم يزد فيه على ما قا له المتكلمون قبله ولم يكشف عما يلتبس فى اكثر هذا المعنى[10]

"علامہ جاحظؒ نے نظم القرآن پر ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں پہلے متکلمین کی، کی ہوئی مباحث کو ہی ذکر کیا ہے، اور اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا اور جہاں پر وضاحت اور تفصیل کی ضرورت تھی وہاں اختصار سے کام لیا ہے۔"

اس تمام صورتحال کو علامہ باقلانیؒ بغور دیکھ رہے تھے، اور اس کا مشاہدہ کر رہے تھے، کہ کس طریقے سے عام اور سادہ دل مسلمانوں کو گمراہ کیا جارہا ہے، آپ اس فکر میں تھے کہ کس طرح عام لوگوں کو اس فتنے سے بچایا جا سکے، اور دوسری طرف سے اہلِ علم کا بہت اصرار تھا کہ آپ ایک ایسی کتاب لکھیں، جس میں اعجازِ قرآن پر وارد ہونے والے تمام شکوک وشبہات کا مدلل جواب دیں، اور قرآن کریم کی اعجازی شان کو اس طرح تفصیل کے ساتھ بیان کریں کہ عام سے عام انسان کو بھی سمجھ میں آجائے، اور قرآن کی اہمیت ان لوگوں کے دلوں اور نظر میں اللہ کی کتاب کے طور پر، نبوت کی حجت کے طور پر اور دعوت کی سچائی کے طور پر اجاگر ہو جائے۔ انہی باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے علامہ باقلانیؒ نے اپنی کتاب "اعجاز القرآن" لکھنے کا ارادہ کیا، اور اعجازِ قرآن پر ایسی شاندار اور عمدہ کتاب لکھی کہ آج ہزار سال گزرنے کے بعد بھی بطورِ حجت اور دلیل کے اس کتاب کے حوالے دیے جاتے ہیں۔

علامہ باقلانیؒ اس بات کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وسألنا سائل ان نذكر جملة من القول جامعة تسقط الشبهات وتزيل الشكوك التى تعرض للجها ل وتنتهى الى ما يخطر لهم و يعرض لافهامهم من الطعن فى وجه المعجزه فاجبناه الى ذلک مقربين الى الله عز وجل و متوكلين عليه وعلى حسن توفيقه ومعونته[11]

"ہم سے اعجاز قرآن پر ایسی کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا گیا جو تمام سوالوں کے جواب دے دیں، اور اعتراض کرنے والی زبانوں کو خاموش کر دے۔ پھر ہم نے یہ کتاب لکھنے کا پختہ ارادہ کیا اللہ تعالی کی بارگاہ میں حسن نیت اور مدد مانگتے ہوئے۔"

اعجازِ قرآن اور نبوتِ محمدی ﷺ

علامہ باقلانی کے نزدیک قرآن کریم کا اعجاز نبوت محمدی کی سب سے اہم اور بڑی دلیل ہے، چنانچہ اس کتاب میں علامہ باقلانیؒ نے اعجازِ قرآنی پر نبی کریم ﷺ کی نبوت کو موقوف قرار دیا ہے نیز قرآن کے معجزہ ہونے پر بہت سی آیات پیش کیں ہیں۔ خاص طور پر حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں کے بارے میں علامہ باقلانیؒ کا کہنا ہے کہ یہ تمام سورتیں ابتداء سے اختتام تک قرآن کے معجزہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ نے "سورة المؤمن" اور "حم سجده" سے اس بات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ بحث یقیناً پڑھنے کے قابل ہیں لیکن طوالت کے مدِ نظر اس کو ترک کیا جارہا ہے۔

علامہ باقلانیؒ نے کتاب کی ابتدائی فصلوں میں ان لوگوں کا بھی رد کیا ہے جن کا موقف ہے کہ قرآن کا معارضہ لانے سے صرف وہی لوگ عاجز تھے جن کے سامنے قرآن نازل ہو رہا تھا، اور ان لوگوں کا بھی رد کیا ہے جن کے مطابق قرآن کا چیلنج اور تحدی انہی لوگوں کے لیے تھی، بعد کے لوگوں کے لیے کوئی تحدی اور چیلنج نہیں ہے۔

علامہ باقلانیؒ فرماتے ہیں:

ولزوم الحجةبها فی اول وقت ورودهاالی یوم القیامةعلی حد واحد۔[12]

"قرآن کی حجیت کا لزوم نزولِ قرآن کے وقت سے لے کر قیامت تک کے لیے ہے۔"

علامہؒ کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ حجیتِ قرآن صرف عہد نبوی ﷺ تک خاص نہیں ہے، اور نہ ہی اس کو کسی اور خاص زمانہ تک محدود کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ قرآن کریم قیامت تک کے انسانوں کے لیے مشعلِ راہ اور حجت ہے اس کی آیات کی تحدی اور مضامین کی بلاغت، واضح اعلان اور ثبوت ہے، کہ ہر زمانہ کے ماہرینِ زبان و ادب کوئی ایک آیت پیش کر سکتے ہیں تو کریں جس میں قرآن جیسی فصاحت و بلاغت، الفاظ کی تاثیر، جو ہر قسم کے تناقض و تضاد سے پاک ہو سننے والے کے سیدھا دل پر اثر کرتی ہو، لیکن یہ قرآن کے اعجاز کی واضح مثال ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت کے ماہرین جو آج کل کے ماہرین کا دس گنا سے بھی زیادہ تھے، جب وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود، کھلی انکھوں سے قرآن کو اترتے ہوئے دیکھ رہے تھے، کانوں سے اس کے چیلنج کے دعوے بھی سن رہے تھے، دماغ کو جواب کے لیے تیار کر رہے تھے، ان سے بھی پوری مخالفت اور دشمنی کے باوجود "سورة الکوثر" جیسی چھوٹی اور تین آیات والے مضمون مقابلہ کا نہ ہو سکا، تو ان کے بعد آنے والے خواہ کتنے ہی ماہر اور قابل کیوں نہ ہوں، تحدی کے دعوے کے سامنے عاجز ہی رہیں گے۔

آیاتِ تحدی سے علامہؒ نے ان لوگوں کا بھی رد کیا ہے، جن کا کہنا ہے کہ اللہ تعالی کی وحدانیت کو قرآن سے ثابت نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کی وحدانیت پر عقلی دلائل تو موجود ہیں، لیکن کوئی نقلی دلیل توحید باری تعالی ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ علامہؒ فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالی کی وحدانیت پر نقلی دلیل ہے، وہ اس طرح کہ جب اس چیز کا علم حاصل ہو گیا کہ قرآن کریم کا معارضہ اور اس جیسا کلام نہیں لایا جا سکتا قرآن کے اندر اعجازی شان ہے جو اس کو باقی تمام کتابوں سے جدا کر دیتی ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اللہ تعالی کا کلام ہے، تو لازمی طور پر یہ بات بھی سمجھ آگئی کہ اللہ تعالی وحدہ لا شریک ذات ہیں اس لیے کہ اگر اللہ کا کوئی شریک اور ثانی ہوتا، تو لازمی بات ہے اس کی طرف سے قرآن کریم کا معارضہ پیش کر دیا جاتا یا کم از کم اس جیسا لانے کا دعوی ہی کر دیا جاتا، جب نہ تو کوئی معارضہ لایا گیا اور نہ ہی مثل لانے کا دعوی کسی کی طرف سے کیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالی وحدہ لا شریک ذات ہے۔ بالکل اسی طرح قرآن میں کسی قسم کے تناقض اور تفاوت کا نہ ہونا، یہ بھی اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالی ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہے۔

علامہؒ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

فجعل عجزهم عن الإتيان بمثله دليلا على أنه منه ، ودليلا على وحدانيته وذلك يدل عندنا على بطلان قول من زعم أنه لا يمكن أن تعلم بالقرآن الوحدانية ، وزعم أن ذلك مما لا سبيل إليه إلا من جهة العقل ؛ لأن القرآن كلام الله أن يعلم الكلام حتى عز وجل ، ولا يصح يُعلم المتكلم أولا[13]

علامہؒ نے یہ کہہ کر ان مجوسیوں کا بھی رد کر دیا ہے، جن کا کہنا ہے کہ ہماری بھی کچھ کتابیں اعجازی شان رکھتی ہیں، اس لیے کہ قرآن کے اعجاز کا منبع و مرکز تو ذات باری تعالی ہے، جب کہ ان کی کتب تو انسانی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ ان تمام مباحث کو ذکر کرتے ہوئے علامہ باقلانیؒ مختلف حضرات کے اعتراضات و شبہات کو نقل تو کرتے ہیں لیکن ان کے نام کی وضاحت نہیں کرتے اور پھر ان اعتراضات پر ایک زبردست قسم کی جرح وتعدیل کرتے ہوئے ان تمام شبہات کا علمی و مدلل انداز جواب دیتے ہیں۔

علامہ باقلانیؒ آگے چل کر قرآن اور دیگر آسمانی کتب کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہیں کہ تمام کتابیں اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ ہیں، ان میں غائب کی خبریں بھی موجود ہیں، تو اس لیے تمام کتابیں معجزہ ہونے میں برابر ہیں، مگر قرآن کریم کو ان تمام کتب میں ایک امتیازی شان حاصل ہے وہ اس لیے کہ قرآن مجید اپنی نظم و تالیف میں بھی معجزہ ہے اور اسی طرح تحدی اور چیلنج بھی صرف قرآن کے حوالے سے ہی ہوا ہے جب کہ دیگر آسمانی صحائف وکتب معجزہ ہونے کے باوجود ان تمام خصوصیات سے عاری ہیں۔

علامہ باقلانی لکھتے ہیں:

فإن قيل : فهل تقولون بأن غير القرآن من كلام الله عز وجل معجز ، كالتوراة والإنجيل والصحف ؟ قيل ليس شيء من ذلك بمعجز في النظم والتأليف، وإن كان معجزاً كالقرآن فيما يتضمن من الإخبار عن الغيوب وإنما لم يكن معجزاً لأن الله تعالى لم يصفه بما وصف به القرآن، ولأنا قد علمنا أنه لم يقع التحدي إليه كما وقع التحدى إلى القرآن۔[14]

"اگر یہ سوال کیا جائے کہ قرآن کے علاوہ بھی تورات اور انجیل اور دیگر صحائف معجزہ ہیں۔ تو جواب دیا جائے گا کہ اگرچہ تمام کتابوں میں غیب کی خبریں ہونے کی وجہ سے تمام معجزہ ہیں۔ مگر قرآن اپنی نظم و تالیف میں بھی معجزہ ہے جبکہ دیگر کتابیں ایسی نہیں ہیں اور اس لیے بھی کہ ہمیں معلوم ہے کہ تحدی صرف قرآن کے بارے میں ہی واقع ہوئی ہے۔"

قرآن مجید اللہ تعالی کی آخری اور دائمی کتاب ہے، اس کی عالمگیریت کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالی نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اور قیامت تک کے لیے اس کو تغیر و تبدل سے محفوظ کر دیا ہے، اور دنیا کی سب سے جامع زبان عربی میں اس کا نزول ہوا ہے، خود قرآن میں کئی مقامات پر اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کو عجمی زبان میں نہیں بلکہ واضح عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا[15]

"ہم نے عربی زبان میں قرآن نازل کیا ہے۔"

علامہ باقلانیؒ کا کہنا ہے کہ عربی زبان میں قرآن اس لیے نازل ہوا، کیوں کہ عربی زبان کا دامن استعارات، ایجاز، اشارات، فصاحت و بلاغت غرض تمام وہ خوبیاں جو ایک زبان کو زندہ اور تابندہ رکھتی ہیں، وہ سب کی سب اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں، جبکہ دوسری زبانیں اس قدر وسیع نہیں ہے، حتی کہ دیگر آسمانی کتب و صحائف کی زبانوں میں سے اکثر و بیشتر تو دنیا سے ناپید بھی ہو چکی ہیں۔ علامہ باقلانیؒ مزید اپنی عبارت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ اہلِ تورات اور انجیل میں سے کسی ایک نے بھی آج تک اپنی کتاب کے بارے میں اعجاز کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی ہے، یا کم از کم ایسا ہمارے علم میں نہیں آیا ہے، جبکہ قرآن پہلے دن سے ہی فصاحت و بلاغت کے میدان میں اپنی ایک الگ اعجازی شان رکھتا ہے اور بار بار اس کلام کے مثل پیش کرنے سے متعلق تحدی اور چیلنج کر رہا ہے۔

وجوہِ اعجازِ قرآنی اور علامہ باقلانی کے افکار

علامہ باقلانیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب "اعجاز القرآن "کی تیسری فصل کے اندر اعجازِ قرآنی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن کے اعجاز کی تین وجوہات ہیں۔

1. اخبار عن الغیب یعنی مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں جو آگے چل کر بالکل درست ثابت ہوئیں۔
2. امم ماضیہ اور انبیاء سابقین کے حالات و واقعات کا ٹھیک ٹھیک بیان، باوجود اس کے کہ حضور ﷺ امی تھے۔
3. قرآن اپنی نظم و تالیف میں بے مثال، ترتیب میں عمدہ اور فصاحت و بلاغت کے ایسے درجے پر ہے جو انسانی طاقت و قدرت سے باہر ہے۔

علامہ باقلانیؒ نے تیسرے عنوان کے اندر ہی انسانی بے بسی کو آشکار کر دیا ہے کہ انسان قرآنی اعجاز کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔

والوجه الثالث انه بديع النظم عجيب التاليف متناه فى البلاغة الى الحدالذى يعلم عجز الخلق عنه۔[16]

تیسری وجہ کہ اس کا نظم بدیع اور اس کی تالیف عجیب و غریب ہے، اور اس کا متن فصاحت و بلاغت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہے کہ جس سے مخلوق کا عاجز ہونا واضح ہو گیا ہے۔

علامہ باقلانیؒ کا اندازِ تحریر یہ ہے کہ آپ سب کے ہاں مسلم باتوں پر زیادہ تفصیل بیان نہیں کرتے، اور جس بات پر معترضین کی طرف سے طعن ہو، یا جس بات کے ارد گرد شبہات کا حصار قائم کیا گیا ہو آپ اس بات کو بڑی

تفصیل کے ساتھ عقلی و نقلی دلائل سے مزین کر کے، امثال کے ساتھ شاندار وضاحت کر کے بیان کرتے ہیں کہ عام قاری کے ذہن میں جتنے بھی اس بات کے متعلق اشکالات اور الجھنیں ہوتی ہیں، سب کی سب ختم ہو جاتی ہے۔

علامہؒ کے اسی طرزِ تصنیف کا رنگ یہاں نظر آیا ہے، آپ نے پہلی دونوں وجوہِ اعجاز کو بیان کرتے ہوئے بالکل وقت خرچ نہیں کیا مختصر انداز میں ان کو بیان کر کے آگے بڑھ گئے ہیں، اور تیسری وجہِ اعجاز کو ثابت کرنے کے لیے آپ نے ایسا اچھوتا اور نیا طرز اختیار کیا ہے جیسا آپ سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کیا، اور جیسا مقدمہ میں کہا تھا، کہ ضرورت ایسی کتاب کی ہے جو اعجازِ قرآن کو ایسا واضح کر دے کہ جو جو شبہات مخالفین کی طرف سے کیے گئے ہیں تمام کا اس میں قلع قمع ہو جائے، اور ایک مبتدی جب اس کتاب کو دیکھے تو اس پر قرآن کی اعجازی شان واضح ہو جائے اور وہ قرآن پر بطورِ کتاب اللہ ایمان لے آئے اس کے ساتھ ساتھ اس کے اندر اتنی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ اس موضوع پر گفتگو کرنے کا اہل ہو جائے۔ اس وعدہ کو علامہؒ نے خوب وفا کیا ہے۔ اور قرآنی نظم و اسلوب کو بیان کرنے میں تمام سرمایہ عربی ادب کو سامنے رکھ کر قرآن کے اعجاز کو سب پر عیاں کر دیا ہے۔

علامہ باقلانیؒ آگے کتاب میں قرآنی نظم کا بلاغت کی جہت سے مطالعہ کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں، یہاں پر قرآن کے اسرار و معانی میں غور و فکر نہیں کرتے بلکہ لمبے لمبے وطویل خطبے اور قصائد نقل کر کے ان پر جرح و نقد کرتے ہیں، اور اس کے علاوہ جہاں جہاں عربی ادب سے بلاغت کے اعلیٰ اعلیٰ نمونے ملتے ہیں چاہے نظم سے ہوں، یا نثر سے ان کو نقل کر کے بس اتنا تبصرہ کر دیتے ہیں ان کا اور نظمِ قرآنی کا معیار اور فرق کسی بھی اہلِ ذوق کے ہاں مخفی نہیں رہ سکتا۔

علامہ باقلانیؒ نے قرآنی بلاغت کی فوقیت اور برتری ذہن نشین کرانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے تقریباً سات خطبات جمع کیے ہیں جن میں ایامِ تشریق، مسجدِ خیف اور دیگر خطب بھی شامل ہیں ان خطبات کو ذکر کر کے علامہ یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ دوسرے ماہرینِ علم و فن تو کیا خود وہ ذات گرامی جن پر قرآن کریم کا نزول ہوا جن کے واسطے سے قرآن متعارف ہوا، ان کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے خطبوں اور قرآن کا مقابلہ کر کے دیکھ لیں، دونوں کلام ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا نظر آئیں گے، ایک کلام میں شانِ قدوسیت اور دوسرے میں شانِ نبوت واضح معلوم ہو جائے گی۔ اسی طرح آپؒ نے مکتوباتِ پیغمبر ﷺ جو مختلف بادشاہانِ وقت کو لکھے گئے، صلح حدیبیہ کی دستاویزات، خلفائے راشدینؓ کے خطبے، ان کی پند و نصائح، اور دیگر اکابر صحابہؓ کے خطبات اس طرح تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے کلام میں سے عربی نظم و نثر کے اعلیٰ ترین نمونوں کو جمع کیا ہے، جو اپنے اپنے وقت کے عربی زبان کے شاہکار سمجھے جاتے تھے، تقریباً چالیس صفحات نقل کرنے کے بعد بالکل مختصر سا ایک تجزیہ کرتے ہوئے علامہ باقلانی لکھتے ہیں:

قد نسخت لك جملا من كلام الصدر الاول و محاوراتهم و خطبهم فتأمل ذلك وأحيلك فيما لم أنسخ على التواريخ والكتب المصنفة في هذا الشأن . فتأمل ذلك، وسائر ما هو مسطر من الأخبار المأثورة عن السلف ، وأهل البيان واللسن والفصاحة والفطن ، والألفاظ المنشورة ، والمخاطبات الدائرة بينهم، والأمثال المنقولة عنهم . ثم انظر – بسكون طائر ، وخفض جناح، وتفريغ لب ، وجمع عقل – في ذلك ، فسيقعلك الفصل بين كلام الناس وبين كلام رب العالمين ۔[17]

علامہ باقلانیؒ نے عربی زبان کے آفتاب ومہتاب کے کلام نقل کر کے قرآن کے نظم واسلوب کے مقابلے میں ان ماہرینِ فن کے اسلوب کی حیثیت کو بالکل عیاں کر دیا ہے کہ ان دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فرق ہے جیسے ایک ماہر عطار خوشبو بیچنے والا خوشبو سونگ کر ہی ایک خوشبو کو دوسرے خوشبو سے الگ و جدا کر لیتا ہے اور بتا دیتا ہے، کہ یہ گلاب کی خوشبو ہے،اور یہ چمبیلی کی، اگرچہ الفاظ میں اس کی کیفیت اور نوعیت بیان نہیں کر سکتا بالکل اسی طرح ایک سلیم العقل، کامل استعداد رکھنے والا شخص محض دیکھ کر ہی بتا دے گا کہ کون سا کلام بنی آدم کا ہے اور کون سا کلام خالقِ کائنات کا ہے۔

علامہ باقلانیؒ نے اسلامی عہد کے بہترین عربی نثروں کے ٹکڑوں کو جمع کر دیا ہے جن میں آپ ﷺ کے خطبات، صحابہؓ، تابعینؒ، و تبع تابعینؒ کے فرامین اور وعظ و نصیحتیں ہیں، لیکن اس پر ہی علامہؒ نے اس بات کو ختم نہیں کیا۔

علامہ باقلانیؒ نے آگے تین صفحات میں قرآن کریم کا معارضہ کرنے کے دعویدار مسیلمہ کذاب اور سجاح تمیمیہ کے ملفوظات غلیظہ بھی نقل کیے ہیں، جو انہوں نے قرآن کے معارضہ کے طور پر نقل کیے ہیں مثلاً علامہؒ نے میلمہ کذاب کے وہ حفاوات جو اس نے کہے اس کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والليل الاطخم و الذئب الاذلم الجذع الازلم[18]

اس طرح کے جملوں کو دیکھ کر عبرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص بے حس ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی صرف توفیق ہی نہیں، بلکہ اس سے حیا بھی چھین لیتے ہیں، اس طرح کے چند فقرے نقل کرنے کے بعد علامہ باقلانیؒ ان مدعیانِ نبوت کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فهو اخس من من ان نشتغل به واسخف من ان نفكرفيه۔[19]

یہ گندگی اور حقارت کا سب سے کم درجہ ہے کہ اس طرح کی چیزوں کو موضوع بنایا ائے، اوراس سے بھی زیادہ حقیر بات یہ ہے کہ اس کے بارے میں غور وفکر کیا جائے۔

پھر اسی طرح علامہ باقلانیؒ تھوڑا سا آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

من كان له عقل لم يشتبه عليه سخف هذا الكلام[20]

جس کے پاس بھی تھوڑی سی عقل ہو اس پر اس کلام کی نامعقولیت مخفی نہیں رہ سکتی۔

اس کے بعد علامہ باقلانیؒ نے عربی اشعار اور قصائد کی طرف رخ کیا ہے شعراء کی زبان دانی کے جوہر و کمالات دکھائے ہیں، تاکہ ان کی کتاب پڑھنے والوں کو اندازہ ہو سکے کیسے عرب اپنی زبان پر مہارت تامہ رکھتے تھے اور عرب کا اپنی زبان پر فخر اور ناز کرنا یہ کوئی دکھلاوا نہیں تھا، بلکہ ایک حقیقت پر مبنی بات ہے کہ واقعی پوری دنیا ان کے سامنے عجم یعنی گونگی تھی، لیکن اس سب کے باوجود وہ قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے قاصر رہے۔ صرف یہی بس نہیں کی بلکہ آپؒ نے اس دوران زمانہ جاہلیت کی طرف بھی رخ کیا ہے، اور وہاں سے بھی نمونے ذکر کیے ہیں کہ قرآن کے نزول کے بعد تو کسی سے قرآن جیسا کلام نہ بن سکا، لیکن یہ نہ کوئی سمجھے کہ شاید پہلے کہیں کلامِ عرب میں اس جیسا کلام موجود ہو۔

علامہ باقلانیؒ نے پورے پورے قصائد ذکر کیے ہیں، اور ایک ایک شعر پر مکمل تبصرہ اور نقد کی ہے مثلاً معلقہ امرؤالقیس کو علامہ نے تینتیس صفحات میں بیان کیا ہے اور ہر ایک شعر کو نقل کر کے اس پر تنقید کی ہے اس دوران آپ نے اس بات کی بلکل پرواہ نہیں کی کہ قصیدہ کتنے صفحات لے رہا ہے، آپ ان قصائد کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"جہاں تک بات ہے قرآن کے نظم واسلوب اور ترتیب و تالیف کی تو عقول اس میں سرگرداں اور حیران ہے، اس سمندر کا کنارہ حاصل کرنے میں ابھی تک ناکام ہی ہے، اور اس جیسے اوصاف والا کلام پیش کرنے سے عاجز ہیں، جو تفصیل ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ اس سے آپ کے لیے قرآن کا اعجاز ایسے ہی واضح اور روشن ہو جائے گا جیسے دن کے وقت میں سورج ہوتا ہے، اور اس کی فصاحت و بلاغت پر آپ ایسے ہی یقین کر لیں گے جیسے دیکھتے ہی معجزہ پر یقین کر لیتے ہیں۔"[21]

علامہؒ نے ہر ایک شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے ان اشعار کا قرآن مجید کے ساتھ موازنہ کیا ہے اور ان اشعار کے نقائص و عیوب بہترین انداز میں بیان کیے ہیں کہ ماہرین عرب کے کلام میں غرابت ہے جب کہ قرآن کے الفاظ شیریں، کانوں میں رس گھولنے والے، اور دلوں پر اثر کرنے والے ہیں، ان کے کلام میں تصنع اور تکلف ہے، قرآن کی عبارت سلیس، واضح، آسان اور پر کیف ہے، ان کے جملوں میں تفاوت اور تضاد ہے، قرآن اتنا طویل اور لمبا کلام ہے اس کے باوجود کہیں پر تناقض نہیں کوئی بات دوسری سے مختلف نہیں کہیں پر بیان میں تفاوت نہیں آتا، ان کے کلام میں غلطیاں موجود ہیں، قرآن کریم ہر قسم کی غلطی اور خطا سے پاک ہے، ان کے کلام میں بے حیائی اور فحاشی کا تصور ہے، قرآن پاک دامنی، عفت و حیا، اور رشتوں کے تقدس کو قائم رکھنے کا درس دیتا ہے، ان کے کلام میں جنگوں کا ذکر ہے، قرآن میں امن و سلامتی، صلہ رحمی اور مل جل کر رہنے کا سبق ہے، الغرض قرآن ہر طرح سے سراپا رحمت ہے، اپنے معانی میں ہر طرح کی برائی سے پاک، اپنے الفاظ میں ہر طرح کی فصاحت و بلاغت کو سمیٹے ہوئے جملوں کا آپس میں ایسا نظم کہ نہ تو الفاظ ثقیل ہیں اور نہ ہی کہیں پر فصاحت میں کوئی کمی، قرآنی اعجاز ایک ایسا

سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ اس کے سامنے تمام انسانیت عاجز نظر آتی ہے۔ ان چیزوں کو بیان کرتے ہوئے علامہؒ نے عقیدت میں چند جملے ایسے لکھ دیے ہیں جن کا اردو میں ترجمہ ممکن ہی نہیں ہے۔

علامہ باقلانیؒ لکھتے ہیں:

واعلم أن هذا علم شريف المحل، عظيم المكان ؛ قليل الطلاب ، ضعيف الأصحاب ، ليست له عشيرة تحميه ، ولا أهل عصمة تتفطن لما فيه . وهو أدق من السحر ، وأهول من البحر ، وأعجب من الشعر[22]

علامہ باقلانیؒ نے اس کے بعد اپنی قرآن سے گہری وابستگی کا اظہار کرنے کے لیے بطورِ دلیل بہت سی آیات پیش کی ہیں مثلاً ایک آیت ذکر کرتے ہو کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَاؕ-مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَاؕ-وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[23]

اس آیت کو نقل کرنے کے بعد علامہ باقلانیؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فانظر–إن شئت- إلى شريف هذا التأليف، وعظيم هذا النظم، وبديع هذا الرصف، كل كلمة من هذه الآية تامة، وكل لفظ بديع واقع۔[24]

"تو اگر چاہے تو اس شریف تالیف اور عظیم نظم کی طرف دیکھ کہ اس آیت کا ہر لفظ بدیع ہے۔"

علامہ باقلانیؒ آہستہ آہستہ انسانی ذہن کو اعجازِ قرآنی تک لے کے جانا چاہتے ہیں، علامہ کے انداز تحریر سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ قاری کو خوب تر سے پہلے خوب کا علم ہونا بہت ضروری ہے، اس لیے علامہ باقلانیؒ نے عربی نظم و نثر کی اعلی سے اعلی مثالیں سرمایہ عربی ادب سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر بیان کی ہیں اس کے ساتھ ہر ایک عبارت پر تفصیلی تجزیہ کیا ہے، اور پھر آیاتِ قرآنیہ لا کر ان تمام اوصاف کو ان آیات میں شمار کروا کر آیاتِ قرآنیہ کی برتری کو بھی ثابت کیا ہے۔ علامہ باقلانیؒ ایک دفعہ پھر اس کے بعد بحتری، ابونواس، ابن الرومی، ابو تمام، ابن المعتز اور ابو خراس کے اشعار اور علامہ جاحظؒ اور ابن حمیدؒ وغیرہ کے نثری نمونوں کو پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس پر بیسیوں صفحات لکھ دیتے ہیں گویا یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کے نظم کی مثال پوری عربی سرمایہ ادب سے نہیں ملتی، اس جیسا کلام نہ پہلے موجود تھا، اور نہ آئندہ آسکتا ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی کلام موجود نہیں ہے جو پورے کا پورا کلام سننے میں ثقیل بھی نہ ہو اور بولنے میں آسان بھی ہو اس کے الفاظ بھی بہترین ہوں یہ صرف اور صرف قرآن کا ہی اعجاز ہے۔

اس کے بعد آخر میں علامہ باقلانی نے ایک فصل قائم کہ ہے جس میں اہل ادب و کلام کی بیان کردہ بلاغت کی دس قسموں کی وضاحت کرتے ہیں۔ جس کے لیے انہوں نے تقریباً تیس صفحات لیے ہیں۔ اور ان قسموں کے بیان میں قرآنی آیات کو بطورِ استشہاد کے نہیں بلکہ بطورِ شواہد کے پیش کرتے ہیں، کہ اس کی نظیر و مثال قرآن میں یہ ہے۔

الغرض "اعجاز القرآن "میں علامہ باقلانیؒ نے ملحدین کی طرف سے اعجازِ قرآنی پر اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا عقلی و نقلی ہر طرح سے مفصل و مدلل جواب ارشاد فرمایا ہے اور خاص طور پر تمام الہامی کتابوں میں قرآن کے معجزانہ اسلوب کی فوقیت کو واضح کر دیا ہے، اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قرآن کا اعجاز ذاتی ہے نہ کہ کسی خارجی ذرائع کی وجہ سے، قرآن کے تصورِ تحدی کو واضح کرتے ہوئے علامہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا چیلنج نزولِ قرآن کے وقت سے لے کر قیامت تک کے لیے ہے۔

حوالہ جات

1 احمد بن محمد ابن خلکان، وفیات الاعیان (بیروت: دار صادر، 1994)، 4/269

2 عبد الکریم بن محمد السمعانی، الانساب (بیروت: دار الجنان، س ن)، 2/51۔

3 محمد بن احمد الازہری، تھذیب اللغۃ (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2001)، 9/142۔

4 السمعانی، انساب، 2/51

5 علی بن حسین، ابن عساکر، تبیین کذب المفتری (بیروت: دار الکتب العلمی، 1998)، 247۔

6 احمد بن علی البغدادی، تاریخ بغداد (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2004)، 4/237۔

7 ابن خلکان، وفیات العیون، 4/270۔

8 عیاض بن موسی قاضی، ترتیب المدارک و تقریب السالک فی معرفۃ اعلام مذھب الامام مالک، محقق: سعید احمد اعراب (بیروت، مکتبۃ الحیاۃ، 1982)، 7/69۔

9 محمد بن طیب الباقلانی، اعجاز القرآن، محقق: السید احمد صقر (مصر: دارالمعارف، 1981)، 4۔

10 الباقلانی، اعجاز القرآن، 4۔

11 الباقلانی، اعجاز القرآن، 6۔

12 الباقلانی، اعجاز القرآن، 8۔

13 الباقلانی، اعجاز القرآن، 17۔

14 الباقلانی، اعجاز القرآن، 31۔

15 یوسف: 2۔

16 الباقلانی، اعجاز القرآن، 35۔

17 الباقلانی، اعجاز القرآن، 153۔

18 الباقلانی، اعجاز القرآن، 156۔

19 الباقلانی، اعجاز القرآن، 157۔

20 الباقلانی، اعجاز القرآن، 158۔

21 الباقلانی، اعجاز القرآن، 181۔

22 الباقلانی، اعجاز القرآن، 184۔

23 الشوری:52۔

24 الباقلانی، اعجاز القرآن، 187۔